مولانا محمد عبدالرشید نعمانی (دوسری قسط)

کتب خانہ
مدرسہ عربیہ مظہر العلوم کراچی
کے
مخطوطات

کتب خانہ مظہر العلوم میں علامہ مخدوم محمد ابراہیم کے اور بھی متعدد رسائل ہیں جو حسب ترتیب حروف ہجی درج ذیل ہیں :-

(۱) ابلاغ جهد الدمص فی مسئلة قصّ اللحی والنتف والانتماص والنمص — تقطیع خورد تعداد اوراق ۱۲۔ "ابلاغ جهد الدمص" تاریخی نام ہے، جس سے اس کا سنہ تالیف ۱۲۱۱ نکلتا ہے۔ مصنف کا مقام مطرح میں جو کہ ارق و مسقط کے قریب ہے گزر ہوا اور وہاں انھوں نے خاص و عام سب کو اس میں مبتلا دیکھا کہ انگشت دو انگشت سے زیادہ ڈاڑھی نہیں چھوڑتے اور اس پر بھی رخسار و ذقن پر سے متراش اور موچنہ کی عملداری ہے تو مصنف نے یہ رسالہ تصنیف فرمایا جس میں ان امور کی ممانعت شرعیہ کو ثابت کیا ہے۔

یہ رسالہ جو مصنف کی ملکیت میں رہ چکا ہے سرورق پر مصنف کی مہر اور دستخط ثبت ہیں، جس کی عبارت درج ذیل ہے :-

ابلاغ جهد الدمص فی مسئلة قص اللحی والنتف والانتماص

والنمص للفقیر ابراھیم بن الشیخ عبد اللطیف بن المخدوم
محمد ھاشم عفی عنھم. آمین

وقد ملکہ اللہ تعالی بہ فختم

مہر

اس کی تصحیح بھی خود مصنف ہی نے کی ہے اور جابجا اپنے قلم سے اس میں اضافہ بھی کیا ہے جو حواشی پر مرقوم ہے۔ اخیر میں تحریر ہے:-

"قد قوبلت بید مؤلفھا فلہ الحمد سبحانہ"

(۲) "اغناء الواصل" فی جواز تلقی الجواب عن النوازل، من متمذھب بمذھب لمن تمذھب بمذھب آخر اذا وافق اصول مذھب السائل او جاء بعبارۃ صریحۃ فی واقعۃ السائل۔

تقطیع خورد، تعداد اوراق ۸ - یہ بھی ۱۱۵۸ھ کی تالیف ہے اور "اغناء الواصل" اس کا تاریخی نام ہے۔ اس میں مصنف نے اس امر کا اثبات کیا ہے کہ مذاہب اربعہ مشہورہ میں سے ہر مذہب کا مقلد دوسرے مذہب کے مفتی سے فتوٰی پوچھ سکتا ہے۔ بشرطیکہ مفتی سائل کے مذہب کے اصول کے مطابق جواب دے یا سائل کے مذہب کی کتابوں ہی سے مسئلہ کا صریح جواب نقل کردے۔

اس رسالہ میں مصنف نے علامہ عبدالوہاب شعرانی کے حوالہ سے ان ائمہ فتوٰی کے نام بھی نقل کیے ہیں کہ جن سے حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی چاروں مذاہب کے لوگ فتوٰی پوچھتے تھے اور وہ ہر ایک کو ان کے ہی مذہب سے جواب دیتے تھے۔ چنانچہ اس سلسلے میں مصنف نے شیخ عبدالعزیز دیرینی، شیخ الاسلام عزالدین جماعہ، علامہ شیخ شہاب الدین برلسی معروف بابن اقطع اور شیخ علی بن ضرمہ کے نام ذکر کیے ہیں۔

سرورق پر اور آخر میں مصنف کی مہر کندہ ہے۔ اخیر میں سرخ روشنائی سے تحریر ہے:-

"تمت ھذہ الرسالۃ مقابلۃ فی حضرۃ مولفہا والحمد للہ سبحانہ"

(۳) "اماطۃ اذی البید" عن طریق جواز استعمال اموال الکافر العنید　｜　تقطیع خورد

۱۲۰۹ھ

تقطیع خورد، تعداد اوراق ۱۳ - کاتب رسالہ کا نام محمد شفیع ہے، خط صاف اور واضح ہے۔ اماطۃ اذی البید" بھی تاریخی نام ہے۔ ۱۲۰۹ھ میں اس کی تالیف عمل میں آئی ہے۔ مخدوم موصوف سے سوال ہوا تھا کہ کفار کے پیشوا اور ان کے وہ متبعین جو ہمارے دیار اسلامی میں مسلمانوں پر تفوق کا اظہار کرتے ہیں اور حاکم وقت ان کی جائداد ضبط کر لیتا ہے، ان کے اموال کا کیا حکم ہے؟ اور آیا اہل اسلام کا تصرف ان کے اموال میں باذن حاکم وقت مباح ہے یا نہیں؟ مصنف نے جواب میں مباح بتایا اور اسی اباحت کے اثبات میں یہ رسالہ سپرد قلم فرمایا۔

اس میں مصنف نے یہ ثابت کیا ہے کہ کفار دیار اسلام میں رہتے ہوئے اگر مسلمانوں پر اپنے تفوق کا اظہار کریں تو پھر وہ ذمیوں کے حقوق کے مستحق نہیں رہتے اور ان کے اموال پر مسلمانوں کا تصرف صحیح ہے۔ مخدوم موصوف لکھتے ہیں۔

"ہمارے دیار میں وہ تمام کفار جن کو لوگ ذمی کہتے ہیں، میری رائے میں ذمی نہیں حربی ہیں اور درحقیقت متعدد وجوہ کی بناء پر ان کا عہد ٹوٹ چکا ہے۔"

اس کے بعد مصنف نے حسب ذیل پنتالیس ۴۵ وجوہ ان کے نقض عہد کے بیان کیے ہیں:-

(۱) وہ سود لیتے ہیں، حالانکہ سود کا لین دین حقوق ذمیت کے حصول کا مانع ہے۔

(۲) انھیں مسلمانوں کا سا لباس اور سواری استعمال نہیں کرنا چاہیے، حالانکہ وہ مسلمانوں کا سا عمامہ باندھتے ہیں، ان کی سی قمیص پہنتے ہیں اور ان کا سا تہبند استعمال کرتے ہیں اور بہترین گھوڑوں پر زرکار اور نقرہ کار زینوں پر سوار ہوتے ہیں کہ بسا اوقات کافر اور مسلمانوں میں تمیز نہیں ہوتی اور سلام کے بارے میں غلطی ہو جاتی ہے۔

(۳) ذمی کو مسلمانوں کے مکانوں سے اپنا مکان اونچا تعمیر نہیں کرنا چاہیے، حالانکہ

ہمارے دیار ہیں۔ ان کی حویلیاں اہلِ اسلام کے اکابر، امراء، سادات، اشراف اور علماء و عرفاء کے مکانات سے بلند ہیں۔

(۴) ذمی کو مسلمانوں پر حاکم نہیں بنایا جا سکتا۔ حالانکہ یہ دیوان تک ہیں۔

(۵) وہ دارالاسلام میں کسی نئے عبادت خانے یا مقبرے یا سمم کے بنانے کے مجاز نہیں۔ ہاں یہ تمام چیزیں جو دارالاسلام کے قیام سے پہلے اس دیار میں موجود تھیں، باقی رکھی جائیں گی اور جو ان میں سے منہدم ہوگی وہ اس کی تعمیر کی بھی اجازت رہے گی۔ مگر یہ روز نئے نئے مندر، دھرم شالہ اور بھگت خانہ تعمیر کرتے رہتے ہیں، جن میں کھلے بندوں رسومِ کفر کی ادائیگی ہوتی ہے۔

(۶) ذمیوں کو اسلحہ لگانے یا بنانے کی ممانعت ہے حالانکہ یہ دونوں کام کرتے ہیں

(۷) ذمیوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ کُشتیج ظاہر طور پر باندھے رہیں (کُشتیج وہ موٹی اونی ڈوری ہے جو کپڑوں کے اوپر کمر پر باندھی جاتی ہے) تاکہ وہ الگ پہچانے جا سکیں مگر وہ ایسا نہیں کرتے۔

(۸) ان کی عورتیں مسلمانوں کی عورتوں سے ممیز نہیں رہتیں، حالانکہ یہ ضروری ہے۔

(۹) جس شہر میں کوئی ذمیوں کا معبد نہ ہو تو وہاں ان کو کسی ایسے جدید مکان یا تعمیر کی اجازت نہیں کہ جس میں وہ جمع ہو کر فسق و فجور کا ارتکاب کریں۔ مگر یہ اس کے پابند نہیں۔

(۱۰) ناقوس بجانے کی ذمیوں کو ممانعت ہے مگر یہ بجاتے ہیں۔

(۱۱) شراب خوری ذمیوں کو منع ہے مگر یہ کھلم کھلا شراب پیتے ہیں۔

(۱۲) شہر ہو، گاؤں ہو یا باغ ہو، اہلِ ذمہ کو وہاں اظہارِ فسق مثلاً زنا و دیگر فواحش کے ارتکاب کی ممانعت ہے مگر یہ علی الاعلان اس کے مرتکب ہیں۔

(۱۳) ساز اور مزامیر کی ذمیوں کو ممانعت ہے اور یہ رات دن بجاتے ہیں۔

(۱۴) گانے کی ان کو ممانعت ہے اور ان کے یہاں عورت مرد سب بلا مضائقہ اس میں مُبتلا ہیں۔

(۱۵) ذمیوں کو اپنے تہواروں پر صلیب کی نمائش کی اجازت نہیں اور یہ اپنے آلات کی خوب نمائش کرتے ہیں۔

(۱۶) ذمیوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے معابد میں مسلمان مسافروں کو قیام کرنے دیں اور ان کے دروازے آنے جانے والے مسلمانوں اور راہ گیروں کے لیے کھلے رکھیں مگر ان کی یہ حالت ہے کہ اگر کوئی مسلمان مسافر ان کے مندر میں اترنے کا ارادہ کرے تو یہ اس کو مارتے اور زخمی کر دیتے ہیں۔

(۱۷) ذمیوں پر ضروری ہے کہ وہ ہر مسلمان مسافر کی جو ان کے کسی معبد میں اترے تین دن تک ضیافت کریں اور اس میں قصور نہ کریں۔ وہ مہمانی تو کیا اس کے پاس بھی نہیں پھٹکنے دیتے۔

(۱۸) ذمیوں کو اہل اسلام کی جاسوسی کرنے یا کسی جاسوس کو اپنے معبد میں جگہ دینے کی ممانعت ہے مگر یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ ان کے بعض لوگ اہل اسلام کے خلاف جاسوسی کرتے ہیں، جیسے کہ گدو اور اس کے ساتھی ہیں۔ اور بعض اپنے گھروں میں جاسوسوں کو ٹھیراتے ہیں، جیسا کہ الیسر اور اس کی پارٹی ہے۔

(۱۹) ذمیوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ اگر کوئی ان میں سے اسلام کی طرف راغب ہو تو اس کو مانع نہ ہوں، مگر یہ، اگر کوئی ایسا کرے تو مانع ہوتے ہیں اور نہ مانے تو پھر اس کو مارتے اور اس کی ہلاکت کے درپے ہو جاتے ہیں یا پھر وہ بے چارہ مسلمانوں کے پاس پناہ لینے پر مجبور ہوتا ہے۔

(۲۰) ذمیوں پر ضروری ہے کہ وہ اہل اسلام کی حرمت کا پاس کریں اور ان کا اکرام کریں۔ لیکن یہ حکام اور بڑے لوگوں کا تو احترام و اکرام کرتے ہیں مگر ضعفاء مسلمین کی کچھ عزت نہیں سمجھتے۔

(۲۱) ذمی کو چاہیے کہ جب مسلمان اس کی مجلس میں آئیں تو وہ ان کی تعظیم و توقیر کے لیے اپنی جگہ چھوڑ دے مگر یہ مسلمانوں کی اہانت کرتے ہیں۔

(۲۲) ذمیوں کو ممانعت ہے کہ وہ مسلمانوں کے سے نام، ان کی سی کنیت نہ رکھیں۔ مگر

یہ ایسا نہیں کرتے۔

(۲۳) ذمیوں کو اپنی کسی انگلی میں سونے یا چاندی کی انگوٹھی پہننا اور اس پر مہر کندہ کرانا ممنوع ہے مگر یہ سب کچھ کرتے ہیں۔

(۲۴) ذمیوں کو دیار اسلام میں شراب کی خرید و فروخت کی اجازت نہیں مگر یہ بے دھڑک کرتے ہیں۔

(۲۵) ذمیوں کو علی الاعلان سب کے سامنے مراسم شرک کی بجا آوری کی اجازت نہیں مگر یہ خوب بجالاتے ہیں۔

(۲۶) ذمیوں کو مسلمانوں کے محلہ میں رہنے اور ان میں مکان بنانے کی اجازت نہیں مگر یہ ان کے مکانات سے بھی اونچی عمارتیں تعمیر کرتے ہیں۔

(۲۷) ذمیوں کو مسلمانوں کے مقابر کے پاس سے گزرنے کی ممانعت ہے، مگر یہ جانوروں کی طرح سے چلاتے ہوئے اپنے جنازوں کو مسلمانوں کے قبرستان کے پاس سے لے کر گزرتے ہیں۔

(۲۸) ذمیوں کو اپنے جنازوں پر چلاّنے کی اجازت نہیں مگر یہ خوب شور مچاتے ہیں۔

(۲۹) ان کو کسی مسلمان غلام یا مسلمان لونڈی کی خریداری کی اجازت نہیں۔ مگر یہ خوب خریدتے ہیں۔ متعدد مسلمان لونڈی غلاموں کو میں نے اپنی خاص سعی کوشش سے رہائی دلائی ہے۔

(۳۰) ان کو کسی بھی مسلمانوں کو پیٹنے کی ممانعت ہے مگر یہ کتے جہاں تک بس چلے اس میں کمی نہیں کرتے۔

(۳۱) ان کو مسلمانوں کی سی مانگ نکالنے کی ممانعت ہے مگر ان میں سے بہت سے مسلمانوں کی سی ہیئت بنائے رہتے ہیں۔

(۳۲) یہ اہل اسلام کی طرح کلام کے مجاز نہیں مگر یہ نہیں مانتے۔

(۳۳) ان کو چاہیے کہ سر کا اگلا حصہ منڈا ڈالیں مگر ان میں سے بہت سے مسلمانوں کی طرح سے بال رکھے رہتے ہیں۔

(۳۴) مسلمانوں کے راستے میں ان کو اپنے جنازوں کے ساتھ آگ کی نمائش کی اجازت نہیں مگر یہ علانیہ ایسا کرتے ہیں۔

(۳۵) ان پر یہ لازمی ہے کہ وہ مسلمانوں کو ان کے معاملات میں بہتر بات کی طرف رہنمائی کریں مگر ان میں سے بہت سے ایسے ہیں کہ جو موقع پائیں تو مسلمانوں کی دھوکہ دہی اور ضرررسانی میں کمی نہ کریں۔

(۳۶) مسلمانوں کے گھروں میں ان کو جھانکنے کی ممانعت ہے مگر ان میں بہترے بے پرواہی سے جھانکتے رہتے ہیں۔

(۳۷) ان کو قطعاً کسی مسلمان کی ضرررسانی ممنوع ہے مگر ان میں بہتیرے ایسے ہیں جن کا مقصود ہی مسلمانوں کا قلع قمع ہے۔

(۳۸) جب مسلمان نماز میں مصروف ہوں تو ان کو اپنے گھروں اور معبدوں اور مقامات پر چلانے کی ممانعت ہے مگر یہ نہیں مانتے خوب شور کرتے ہیں۔

(۳۹) جب مسلمان قرآن کریم کی تلاوت میں مصروف ہوں یا دینی علم کی قراءت کر رہے ہوں تب بھی ان کو اپنے معابد، مکانات وغیرہ میں بلند آواز سے پکارنے کی ممانعت ہے مگر یہ برابر لغویات بکتے رہتے ہیں اور منع کرو تو لڑنے مرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔

(۴۰) ان کو چاہیے کہ بمجرد مسلمانوں کے ان کے پاس آنے کے یہ ان کی توقیر کریں، مگر یہ تمرد کرتے ہیں۔ ضعفاءِ اہلِ اسلام کی توقیر تو درکنار، ان کو گالیاں دیتے ہیں۔

(۴۱) ذمیوں کو مسلمانوں کے ساتھ تجارت میں شرکت کی اس وقت تک اجازت نہیں جب تک کہ اس کا پورا پورا اختیار مسلمانوں ہی کے ہاتھ میں نہ ہو۔ مگر ہمارے دیار میں معاملہ اُلٹا ہے۔

(۴۲) جب وہ جزیہ قبول کرنے سے انکار کریں تو ان کا عہد ٹوٹ جاتا ہے۔ چنانچہ ہمارے دیار کے بہت سے کفّار اپنے کو اکابر میں شمار کر کے جزیہ کے ماننے سے منکر ہیں۔

(۴۳) قرآن مجید کی طرح ان کو علم دین کی کتابیں خریدنے کی بھی اجازت نہیں مگر یہ خریداری سے باز نہیں آتے۔

(۴۴) جس طرح نقض عہد ذمیت کی پاداش میں ان کی سزا قتل ہے، اسی طرح اگر دین اسلام پر طعن کریں تب بھی یہی سزا ہے، مگر یہ مردود کھُلّم کھلاّ دینِ حق پر طعن کرتے رہتے ہیں۔

(۴۵) ان کو اپنے دین کی طرف دعوت دینا ممنوع ہے مگر یہ نہیں مانتے۔

ان تمام وجوہ کی بناء پر مصنف کے نزدیک ان کا قتل کردینا اور ان کے اموال میں مسلمانوں کا تصرف کرنا مباح ہے۔

اس کے بعد مصنف نے کتب حدیث سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس معاہدے کے متن کو نقل کیا ہے جو شام کے نصاریٰ سے ان کے جزیہ قبول کرنے کے متعلق عمل میں آیا تھا اور جس میں مذکورہ بالا شرائط مذکور ہیں۔

اس رسالہ کے بھی سرورق پر مصنف کی مہر ہے اور آخر میں مصنف کے قلم سے تحریر ہے "قوبلت بمنہ تقدس فالحمد لہ سبحانہ وتعالیٰ"

بیچ میں بھی حواشی پر متعدد جگہ خود مصنف کے قلم سے اضافے ہیں۔

اس رسالہ کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ "عثمان ٹھارو" کا جابجا اپنے قلم سے اس پر رد لکھا ہوا ہے جو اس کے حواشی پر تحریر ہے۔ عثمان ٹھارو مصنف کے معاصر ہیں اور بالغ نظر عالم معلوم ہوتے ہیں اور جودھپور کے دارالحرب ہونے نہ ہونے پر مصنف اور ان کے درمیان بحث رہ چکی ہے۔ مصنف نے ایک قصیدے میں ان کی ہجو بھی لکھی ہے جس کے بعض اشعار درج ذیل ہیں ؎

القیت عثمان بن ٹھارو حامیا
للکافرین بجودپور مراعیا
هی دار حرب اهاما حربیۃ
هو من حمیۃ جهلہ جاء غاویا
اباءه من جملۃ الکفار کا
فوا ذالك بحمیهم لذلك ناعیا

وکذا یراعی حق قرب فی النسب
بهنود سند ناکثین مساعیا

وویل لمن صان الکفور بذیله
فلمن تولاهم کهم جاً عاصیا

اعداء خیرالناس کیف تحبهم
اولست ترضی عن نبیك هادیا

الله جاهدهم بقرأن کذا
قلم ولوح والرسول مشاکیا

اولست تعرف کیف عادوا دیننا
عمیت بصارتك اوبصیرتك أبیا

منعوا شعار الدین فی انحاء هم
وینفذون احکام کفر تاکیا

احکامهم احکام کفر جلها
متمردون علی من أمن طاغیا

المسلمون رعیة فی دارهم
مقهورة کل لدیهم شاکیا

پھر چند اشعار کے بعد کہتے ہیں ؎

لاینبغی للسومری وولدها
ان یفتنوا فی دین تهاروا عادیا

آخر میں ٹھٹارو کو نصیحت کی ہے کہ علم ظاہر کے ساتھ علم باطن سے آراستہ ہونا چاہیے۔ یہ پورا قصیدہ مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا، رسائل مذکورہ کے ساتھ مجلد ہے۔ عثمان ٹھٹارو کے رد کا حاصل یہ ہے کہ ذمیوں سے جو مسلمانوں کا عہد ہے اس کی دو قسمیں ہیں، ایک عہد ہے ترک قتال کا؛ یہ اس وقت تک قائم ہے جب تک وہ جزیہ دیتا

قبول رکھیں۔ دوسرا عہد ہے ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کرنے کا، اس کی پابندی اس وقت تک لازم ہے جب تک کہ وہ شرائط معاہدہ کی بجا آوری کرتے رہیں۔ لیکن اگر وہ جزیہ قبول کر لینے کے بعد امور مذکورہ میں سے کسی کی پابندی نہ کریں تو ان سے اسی طرح تعرض کیا جائے گا جس طرح کہ کسی مسلمان سے گناہ کا مرتکب ہونے پر باز پرس کی جائے گی، لیکن وہ بدستور ذمی ہی رہیں گے اور جب تک جزیہ سے منکر نہ ہوں گے حربی نہیں قرار دیئے جائیں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ معاہدے کے متعلق وہ کہتے ہیں کہ ان شرائط کے مطابق کفار سے صلح کرنا اولیٰ ہے واجب نہیں ہے، اگر جزیہ دینے کے اور شرائط طے کیے جائیں مثلاً یہ کہ وہ نئے معابد کی تعمیر کے مجاز ہوں گے تو ایسا کیا جا سکتا ہے۔

اس تقریر کی بناء پر عثمان مذکور کے نزدیک اس دیار کے کفار حربی نہیں کہ ان کا جان و مال مباح ہو، ہاں ان سے امور مذکورہ پر باز پرس کرنا حکام مسلمین کے ذمہ ہے۔

(۴) "تالیف طریدة الحیاك" مماطوه الخصم بقطع الشباك فی مسائل التنباك	تقطیع خورد، تعداد اوراق ۴۶۔ خط معمولی۔ سرورق پر مصنف کے قلم سے تحریر

ہے:-

"والحقیقة ان الفقیر ابراهیم عفی عنه الف رسالة فی تحریم التنباك اسمها رشق الاستمساك ورد علیه الشیخ عبد الرحمن الاحسائی وسمی رسالة قطع الشباك فی استحلال التنباك فرددت علیه رسالة هی هذا سمیتها تالیف طریدة الحیاك وهی هذه رسالة ابراهیم"

"تالیف طریدة الحیاک" بھی تاریخی نام ہے جس سے سنۂ تالیف ۱۲۱۴ نکلتا ہے۔ یہ جیسا کہ مذکور ہوا عبدالرحمن احسائی کے رسالہ قطع الشباک فی استحلال التنباک کا رد ہے، جس میں احسائی نے مخدوم موصوف کے رسالہ رشق الاستمساک کا رد لکھا تھا۔ یہ احسائی کا رسالہ قطع الشباک بھی مخدوم موصوف کے رسائل کے ساتھ مجلد ہے۔

(۵) تطییب افواہ الاخوان فی المنع عن شرب الدخان | تقطیع خورد، کتابت عمدہ، تعدادِ اوراق ۶۸ - سرورق موجود نہیں ہے۔ اسی طرح بیچ میں سے ورق نمبر ۴۴ پر چار اوراق کا اضافہ ہے، جو اس ورق کو نکال کر خود مصنف نے الحاق کیا ہے۔

یہ رسالہ تمباکو کی حرمت کے بیان میں لکھا ہے۔ اس کے تین تاریخی نام ہیں:۔

(۱) پہلا تو یہی جو مذکور ہوا۔

(۲) رشق الاستمساك لرمی من انتن فاہ بالتنباك

(۳) وكذ الوتن فی براهین حرمة التتن

اِن تینوں سے بحساب جمل ۱۲۱۳ھ نکلتا ہے جو اس کا سنہ تالیف ہے۔

اس نسخہ پر بھی مصنف کے قلم سے حواشی مرقوم ہیں۔ ورق ۴۸ کے حاشیہ پر سید علوی بن احمد الحداد باعلوی کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر اور دستخط ہیں، جس میں انھوں نے کہا ہے:۔

"قد اعجبنی جمیع هذا الکتاب"

اسی طرح صفحہ ۶۵ اور خاتمے پر بھی سید موصوف کی اپنے قلم کی تحریریں ہیں۔ عبدالرحمن احسائی نے اسی رسالہ کا رد لکھا ہے۔

(۶) توثیق الاسباق فی مسئلۃ الصداق | یہ چھ ورق کا چھوٹی تقطیع کا رسالہ ہے کتابت مناسب ہے۔ سرورق پر مصنف کے دستخط اور مہر ثبت ہیں۔ ورق ۵ پر خود مصنف کے قلم کا اضافہ ہے۔

توثیق الاسباق بھی تاریخی نام ہے جس سے سنہ تالیف ۱۲۱۱ھ نکلتا ہے۔ یہ رسالہ مہر سے متعلق ہے، وجہ تصنیف ایک استفتاء تھا۔ ایک شخص نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا، مہر میں ایک ہزار سکہ رائج الوقت، متعین کپڑے اور کچھ متعین خوشبو کی شرط لگائی، بایں طور کہ خواہ وہ تمام کپڑے اور خوشبو نیز نصف تعداد مقررہ نقدی، عورت کو عقد سے پہلے دیدے یا بعد میں۔ سب باتیں خطبہ نکاح سے پہلے، پیغام نکاح کے وقت طے ہوئیں، کپڑوں اور خوشبو کی شرط ان کے ابناء جنس پر مروج تھی اور یہ بھی رواج تھا کہ

عقد نکاح کے وقت میں مہر میں صرف نقدی کا نام لیتے، کپڑوں، خوشبو کا ذکر کرتے شرماتے تھے۔ مگر عرف و عادت کے اعتبار سے یہ تینوں چیزیں مہر نکاح میں داخل سمجھیں جاتی تھیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا ہے کہ عقد مناکحت کے وقت صرف نقدی کا بسلسلہ مہر ذکر ہوتا ہے، اور کپڑے اور خوشبو کا ذکر نہیں آتا۔ نکاح منعقد ہوجاتا ہے، پھر ایک مدت کے بعد شوہر طلاق دے دیتا ہے، بیوی مہر کا مطالبہ کرتی ہے، شوہر صرف نقد کا حساب کرتا ہے اور کپڑوں اور خوشبو کی ادائیگی سے انکار کرتا ہے کیونکہ وقت عقد ان کا ذکر نہ آیا تھا۔ مصنف نے فتویٰ عورت کے حق میں دیا اور کپڑے، خوشبو اور نقدی سب کو مہر کی رقم قرار دیا اور اس کے ثبوت میں یہ رسالہ تحریر فرمایا، جس میں پچیس دلائل اپنے دعوے کے اثبات میں بیان کیے ہیں۔

(۷) تہذیب البیان فی اجوبۃ اسولۃ وحید من اکابر الاخوۃ والخلان — تقطیع خورد، تعداد اوراق پانچ ۵، خط روشن اور صاف۔ یہ بھی تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۱۱ھ نکلتے ہیں اور یہی اس کا سنہ تالیف ہے، شیخ محمد بن احمد بن عبدالرحمٰن بن عبداللطیف احساوی نے مصنف سے چند علمی سوالات کیے تھے۔ یہ سوالات خود سائل کے قلم سے لکھے ہوئے، ان ہی رسائل کے ساتھ مجلد ہیں۔ مصنف نے اس رسالہ میں ان کا جواب دیا ہے۔ سرورق پر مصنف کی مہر ہے اور متعدد مقامات پر مصنف ہی کے قلم سے اضافہ ہے جو حواشی پر تحریر ہے، آخر میں سرخ روشنائی سے مرقوم ہے:-

"قوبلت بمنہ سبحانہ علیٰ ید مؤلفہ"

(۸) دماج المغنم — یہ چو ورقی رسالہ ہے، چھوٹی تقطیع پر ہے، کاتب کا نام محمد شفیع بن سعد اللہ ہے۔ خط معمولی ہے۔

کھوسہ قوم کے بلوچ ریاست جودھپور پر تاخت کر کے وہاں سے مال اسباب لوٹ لاتے اور عورتوں اور بچوں کو بھی گرفتار کر لاتے تھے، اس کے متعلق مصنف سے سوال ہوا کہ دیارِ اسلام میں کفار کو اسیر کر کے ان کو بحفاظت تمام لے آنے کے بعد ان کو لونڈی غلام بنا لینا اور ان کے اموال کا لے لینا مباح ہے یا نہیں؟ مصنف نے اس کو مباح قرار دیا ہے

اور اسی سلسلے میں یہ رسالہ تصنیف فرمایا۔ دماج المغنم تاریخی نام ہے اور اس سے سنہ تالیف ۱۲۰۹ھ نکلتا ہے۔

مصنف نے رسالہ کو تین بحثوں پر تقسیم کیا ہے، پہلی بحث میں یہ ثابت کیا ہے کہ جودھپور اور اس کے ماتحت کا علاقہ دار الحرب ہے۔ دوسری بحث میں شرعی جہاد کو تبلایا ہے اور تیسری بحث میں یہ بیان کیا ہے کہ جہاد سے قبل کفار دعوتِ اسلام دینا مستحب ہے واجب نہیں ہے۔ پھر بلوچوں کے اس فعل کی تصویب کی ہے۔ ان کی تاخت کو جہاد، اور اسیرانِ کفار اور ان کے اموال کو مالِ غنیمت میں داخل کیا ہے۔

مصنف نے لکھا ہے کہ جب رئیس جودھپور نے سندھ کے امیر الامراء میر بجار کو دھوکہ سے اپنے آدمی بھیج کر قتل کروادیا تو اب ان کے حربی ہونے میں کیا شبہ باقی رہا۔

اس رسالہ کے پہلے ورق پر مخدوم عثمان ٹھارو کے قلم سے مصنف پر بعض اعتراضات تحریر ہیں۔ اور عثمان کے شاگرد محمد صادق نے دماج المغنم کا رد بھی لکھا ہے، جس کا نام ذب الظلمۃ عن مال اھل الذمہ ہے۔ اس رسالے کے دو نسخے رسائل مذکورہ کے ساتھ مجلد ہیں۔ دونوں رسالوں پر مخدوم ابراہیم کی مہر ثبت ہے۔ ذب الظلمہ اپنے مصنف کے نام پر "رسالہ صادقیہ" سے بھی موسوم ہے اس کا ایک نسخہ تو مخدوم دین محمد بوبکانی نے مخدوم موصوف کو بھیجا تھا، دوسرا خود مصنف رسالہ نے ارسال کیا تھا۔

(۹) رسالۃ فی الاجازۃ والتلقین بالطریقۃ النقشبندیۃ الاحدیۃ المعصومیۃ الصفیہ	تقطیع خورد، تعدادِ اوراق ۳۔ کتابت بہتر۔

اس رسالہ کے ذریعہ مصنف نے سید قاسم بن علی بن محمد الاسکافی اور سید مصطفیٰ بن السید محمد الرباوی کو طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کی اجازت عطا کی ہے اور اپنا شجرۂ اجازت و تلقین نقل کیا ہے۔

(۱۰) سحق الاغبیاء من الطاعنین فی کمل الاولیاء واتقیاء العلماء	تقطیع خورد، تعدادِ اوراق ۹۹۔ کتابت عمدہ۔

سید علوی بن سید احمد بن حسن بن قطب عبداللہ الحداد باعلوی کا مصنف سے بعض

مسائل پر اختلاف ہوگیا تھا، اُنھوں نے ذی الحجہ ۱۲۱۳ھ میں مصنف پر ایک تحریر میں تنقید کی تھی۔ سید علوی کی یہ تحریر خود ان کے قلم کی لکھی ہوئی مصنف کے رسالہ وصول الغنا فی تحریم الدفوف مع الجلاجل والغنا کے ساتھ مجلد ہے۔ سحق الاغبیاء سید علوی کے اس تحریر کا رد ہے۔ سحق الاغبیاء تاریخی نام ہے، جس سے اس کا سنہ تالیف ۱۲۱۴ھ نکلتا ہے۔ مصنف نے یہ رسالہ ۱۴ ارجمادی الثانیہ کو تمام کیا تھا۔ اس رسالہ میں جابجا مصنف کے قلم سے فوائد کی نشان دہی کی گئی ہے۔

اس رسالہ میں فقہ، تصوف، تاریخ و اصول حدیث کے مختلف مباحث ہیں جو علمی اور محققانہ ہیں۔ اس سلسلے میں مشاہیر علماء و عرفاء کے متعلق یہ بحث چھڑ گئی ہے کہ وہ فروع میں کس مسلک کے پیرو تھے۔ امام عبدالکریم بن ہوازن ابوالقاسم قشیری صاحب رسالہ قشیریہ کے متعلق عام طور پر مشہور ہے کہ وہ شافعی تھے۔ مصنف نے ورق ۲۶ کے حاشیہ پر اپنے قلم سے لکھا ہے کہ حسن عجمی نے "کفایۃ المتطلع" میں ان کے متعلق تصریح کی ہے کہ وہ مالکی تھے۔

سید الطائفہ جنید بغدادی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ابو ثور کے مذہب پر تھے، جو مشہور مجتہد گزرے ہیں، لیکن مصنف نے ان کے متعلق شعرانی اور جامی کی یہ تحقیق نقل کی ہے کہ سفیان ثوری کے مذہب کے پیرو تھے۔

امام ابوالحسن اشعری اشاعرہ کے امام ہیں، ان کو مالکیہ اپنے طبقات میں لکھتے ہیں، شافعیہ ان کو شافعی شمار کرتے ہیں، مصنف نے "غنیۃ الطریف" کے حوالے سے علامہ طاش کوپری زادہ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے طبقات الحنفیہ میں ان کو حنفیہ میں شمار کیا ہے[۱]۔

۱ؔ اور لطف یہ ہے کہ حنابلہ کا اشعری کے متعلق یہ دعویٰ ہے کہ وہ آخر میں "حنبلی" ہوگئے تھے لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ شروع میں جب وہ معتزلی تھے تو فروع میں حنفی ہی تھے، پھر فروع میں بھی ان کا رجوع تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا۔ اگر وہ حنبلی ہوتے تو حنابلہ اور اشاعرہ میں اس درجہ بون بعید نہ ہوتا۔

ائمہ حدیث میں مسلم، ترمذی بلکہ بخاری کو بھی سید علوی نے شافعی بتایا تھا مصنف کا بیان ہے کہ گو مشہور عوام یہی ہے کہ وہ شافعی تھے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ امام شافعی کے مقلد تھے، بلکہ ظاہر یہ ہے کہ یہ دونوں مجتہد اور صاحبِ استنباط ہیں اور ان دونوں کی فقہ کا فقہ شافعی سے توافق ہوگیا ہے۔ چنانچہ امام مسلم کے اجتہاد کی طرف ابن حجر نے "تقریب" میں اور صاحب جامع الاصول نے جامع مذکور میں اشارہ کیا ہے۔ اور امام ترمذی کے اجتہاد کی طرف امام ذہبی شافعی کی "میزان" میں اشارہ کیا ہے۔ ہاں محمد بن احمد ترمذی شافعی ہیں۔ اور صاحب السنن جن کا نام محمد بن عیسی بن سورہ ترمذی ہے یہ مجتہد ہیں، جس نے ان پر شافعی ہونے کا حکم لگایا ہے، اس نے ترمذی کے لفظ سے دھوکا کھاکر غلطی کی ہے اور تحقیق سے کام نہیں لیا ہے۔ مصنف کا بیان ہے کہ بعد میں مجھ کو اتحاف الاکابر میں اس کی تصریح ملی کہ مسلم صاحب الصحیح مالکی المذہب ہیں۔ ہاں امام بخاری کو بلاشبہ تاج الدین سبکی نے اپنے طبقات میں شافعی المذہب کہا ہے، لیکن علامہ نفیس الدین سلیمان بن ابراہیم علوی نے ان کی تردید کی ہے۔ موصوف کے الفاظ یہ ہے :-

البخاری امام مجتهد براسه کابی حنیفة و الشافعی و مالك و احمد وسفیان الثوری ومحمد بن الحسن۔ انتہی [1]

سید علوی نے امام شافعی کے متعلق لکھا تھا :-

"وهو اول من صنف فی الاصول"

مصنف نے جواب میں تحریر کیا کہ اگر اصول سے کتب احادیث (جو فقہ کے لیے اصل اصیل ہیں) مراد ہیں تو حسب تصریح سیوطی مؤطا امام مالک پہلی تصنیف ہے، اور اصول فقہ مراد ہے تو

---

[1] یہاں اس امر کا ذکر کرنا بھی لطف سے خالی نہیں کہ نواب صدیق حسن خان صاحب نے جو ہندوستان میں گروہ اہلِ حدیث کے سرخیل ہیں، اپنی مشہور کتاب ابجد العلوم (صفحہ ۸۱۰) میں امام بخاری، ابوداؤد اور نسائی کو شوافع میں شمار کیا ہے اور اپنی دوسری تصنیف اتحاف النبلاء (صفحہ ۵۷) میں امام مسلم کو شافعی لکھا ہے۔

امام ابو حنیفہ اور امام مالک سے یہ اس سے پہلے منقول ہو چکے ہیں، اور اگر فقہ مراد ہے تو پہلے مدون اس کے امام ابو حنیفہ ہیں۔

امام نووی شافعی کے متعلق مصنف نے غنیۃ الطریف سے نقل کیا ہے کہ ان کی وفات پر ان کی عمر شمار کی گئی تو ۷۶ سال تھی، پھر تصانیف کا حساب لگایا گیا تو یوم ولادت سے لے کر وفات تک ایک (کراسہ) جزء یومیہ ہوا۔ ان ہی امام نووی کی تہذیب سے نقل کیا ہے کہ شیخ عبدالعزیز دیرینی بیان کرتے ہیں کہ میری مرویات میں ایک احکام القرآن کبریٰ بھی ہے جس کی چار سو جلدیں ہیں۔

شیخ ابو حفص واعظ عمر بن احمد بن عثمان بن شاہین کے متعلق سیوطی کی کتاب منتہی العقول سے نقل کیا ہے کہ ان کی تصانیف تین سو اسی تک جا پہنچی تھیں۔ شیخ ابوالوفا علی بن عقیل بن محمد بغدادی حنبلی کی کتاب الفنون کے متعلق ابن جوزی سے نقل کیا ہے کہ یہ کتاب دو سو جلدوں میں تھی۔

قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب امام غزالی کی احیاء العلوم کا ماخذ ہے، اس کے مصنف امام ابو طالب محمد بن علی بن عطیہ مکی کے متعلق مصنف نے لکھا ہے کہ ان کے حنفی ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں۔

اسی طرح التعرف لمذہب اھل التصوف جس کے بارے میں اکابر اولیاء کا قول ہے کہ لولا التعرف لبطل التصوف اس کے مصنف امام ابوبکر محمد بن ابراہیم بن یعقوب کلاباذی بخاری کے متعلق قاسم بن قطلوبغا کی تاج التراجم سے نقل کیا ہے کہ وہ حنفی المذہب تھے۔

اس رسالہ میں بحث تو شروع ہوئی تھی تمباکو، داڑھی اور گانے باجے کے مسائل سے، مگر آگے چل کر تاریخی تحقیقات کا دفتر کھل گیا۔

ورق ۱۳ میں صحیحین کے ان رواۃ کی تعداد بتائی ہے، جن پر بدعت کا الزام ہے مگر خود صادق اللہجہ ہیں۔

ورق ۲۰ پر کشف والہام کی حقیقت کا بیان ہے۔

ورق ۲۲ پر خواجہ محمد پارسا نے جو فصول ستہ میں اپنا کشف بیان کیا تھا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نازل ہونے کے بعد مذہب حنفی کے مطابق عمل کریں گے ، اس کی تشریح کی ہے کہ اس کے معنی یہ نہیں کہ وہ نعوذ باللہ امام ابوحنیفہ کے مقلد ہوں گے بلکہ حنفی مذہب کے اجتہاد کے موافق ہے۔

ورق ۲۷ ، ۲۸ پر جرح و تعدیل کی قبولیت پر نہایت لطیف بحث ہے اور اس کا ضابطہ کلیہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے :۔

"بل الضابطة عندنا ان ثابت العدالة لایلتفت فیہ الی قول من یشهد القرائن بانہ متحامل علیہ لتعصب مذهبی او غیرہ "

پھر ورق ۲۹ پر اسی سلسلہ میں عبدالرؤف مناوی کی شرح شرح نخبہ سے نقل کیا ہے :۔

"وهذا الذهبی من هذا القبیل لہ علم و دیانة وعندہ علی اهل السنة تحمد مفرط فلا یجوز الاعتماد علیہ "

یاد رہے ، یہاں اہل سنت سے مراد متکلمین ، اشاعرہ اور فقہاء احناف ہیں۔ کیونکہ ذہبی حنبلی المعتقد شافعی الفروع ہیں۔

اسی طرح ابن معین کے متعلق مناوی کے حوالہ سے سبکی کا قول نقل کیا ہے :۔

"یقبل قول ابن معین فی ابراهیم بن شعیب المدنی شیخ روی عنہ ابن وهب انہ لیس بشئ وفی ابراهیم بن یزید المدینی انہ ضعیف وفی الحسین بن الفرج انہ کذاب وان لم یبین الجرح لانہ امام مقدم فی هذه الصناعة ولایقبل فی الشافعی ولو فسر واتی بالف ایضاح لقیام القاطع علی انہ محق بالنسبة الیہ "

پھر ورق ۴۰ پر کرامت اور اولیاء اللہ پر انکار کی مذمت کا بیان شروع ہوگیا ہے۔

ورق ۴۳ اور ۴۴ پر ان اولیاء اللہ کا نام بنام ذکر کیا ہے جن کو اپنے اہل زمانہ کے ہاتھوں طرح طرح کی اذیتیں اٹھانی پڑی تھیں۔

ورق ۷۱ سے ۷۵ تک امام ابوحنیفہ کے مناقب کا بیان ہے۔

اور ورق ۸۲ اور ۸۳ میں ان مشاہیر مصنفین اہل علم کا مذکور ہے جنھوں نے اسلام پر اپنی بہترین تصانیف چھوڑی ہیں۔ پھر مشاہیر عرفاء و اولیاء اللہ میں سے ۳۹ حنفی ۱۸ مالکی اور ۱۲ حنبلی مشاہیر طریقت کو نام بنام بیان کیا ہے۔

اخیر میں ورق ۸۸ و ۸۹ پر مقاماتِ ولایت کی تفصیل ہے۔

یہ یاد رہے کہ مصنف نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی جناب میں اپنی عقیدت ان لفظوں میں پیش کی ہے :۔

"الامام الشافعی .... ولہ من مناقب جمۃ و فواضل عامۃ وفضائل تامۃ لو فصلناها لسودنا وجوه الكراريس ولم يتم حسنۃ واحدة من حسناتہ" الخ (ورق ۷۶)

اور امام ابوحنیفہؒ کے متعلق شروع ہی میں لکھ چکے ہیں :۔

"وغاية امامنا ابی حنيفة انہ كان من كمال المتابعة الخاصة فی مقام عالی ونعتقد نحن الحنفاء فيہ الصواب ازيد من الخطاء مع انہ ليس بمعصوم من الخطاء ولولا بركات الانبياء نقتبس باقتفائہ لماقضيناه ولوكان علی غير متابعة الانبياء لبغضناه"

(ورق ۲۱)

(۱۱) سیر التقریر بتحقیق مقاصد مسئلۃ استعمال الحریر — تقطیع خورد،

تعداد اوراق ۴۵ ، کتابت درمیانے درجے کی۔

یہ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے ، استعمال حریر یعنی ریشم کے مسائل کے بیان میں ہے ، یہ رسالہ بڑا سیر حاصل اور محققانہ ہے۔ پندرہ مقاصد پر رسالے کو تقسیم کیا ہے۔ پہلے حدیثیں نقل کی ہیں، پھر کتب لغت و شروح سے الفاظِ غریبہ کی شرح کی ہے، پھر رجال واسانید

پر بحث ہے، پھر فقہاء کے مذہب کو تفصیل سے بیان کرکے قول فیصل پیش کیا ہے۔

سیر التقریر تاریخی نام ہے جس سے اس کا سنہ تالیف ۱۲۱۱ھ نکلتا ہے سرورق پر مصنف کی مہر ثبت ہے اور متعدد جگہ مصنف کے قلم سے مفید حواشی درج ہیں، کتاب میں ورق ۹ پر ایک جگہ ضمناً امام ابوداؤد السجستانی کا ذکر کرکے ہوئے رقمطراز ہیں:-

وابوداؤد رحمہ اللہ من الحنابلۃ ورایت بخط جدی رحمہ اللہ تعالی فی ھامش اتحاف الاکابر قال العلامۃ ابن حجر المکی فی فھرستہ الصغری انہ ذکر جماعۃ فی کتبھم ان اباداؤد کان شافعیا قال وفیہ نظر ظاھر بل الظاھر انہ حنبلی (انتہی)

(۱۲) غسل العباک عن تصویب قطع الشباک | تقطیع خورد، تعداد اوراق ۹۔

سرورق پر مصنف کے قلم سے تحریر ہے:-

"ھذہ رسالۃ للفقیر ابراھیم عفی عنہ فی المنع عن تعاطی التنباک واسمھا غسل العباک عن تصویب قطع الشباک و ھو رد علی رسالۃ الشیخ محمد الاحساوی الذی صنف فی استحلال التنباک تصویبا لرسالۃ الشیخ عبد الرحمن الاحساوی التی فی استحسان التنباک واستحلالہ"

شیخ محمد بن احمد بن عبد الرحمن بن عبد اللطیف الشافعی الاحسائی نے شیخ عبد الرحمن احسائی کے رسالہ قطع الشباک فی حکم مسائل التنباک کی تائید میں ایک رسالہ لکھا تھا "غسل العباک" شیخ محمد احسائی کے رسالہ مذکور کی تردید ہے۔ یہ اس کا تاریخی نام ہے جس سے سنہ تالیف ۱۲۱۴ھ نکلتا ہے۔

(۱۳) القول الرضی بتصحیح حدیث الترمذی فی فضل معاویۃ الصحابی رض | کتب خانے میں اس کے دو نسخے ہیں۔ ایک خود مصنف

کے قلم کا اصل مسودہ ہے جو چھوٹی تقطیع کے چار ورق میں ہے اور جا بجا سے اس کے حواشی جلدساز کی دست برد کے کچھ اس طرح نذر ہوئے ہیں کہ متن کتاب کی سطریں زد میں آگئی

ہیں۔ دوسرا اس کا مبیضہ ہے جو چھوٹی تقطیع کے آٹھ ورق میں نہایت خوشخط لکھا ہوا، موجود ہے، اس کے سرورق پر مصنف کی مہر ہے اور دوسرے صفحہ پر خود مصنف کے قلم کا حاشیہ ہے۔

القول الرضی تاریخی نام ہے، اس سے سال تصنیف ۱۲۰۸ نکلتا ہے۔ ترمذی شریف میں حضرت معاویہؓ کی فضیلت میں حدیث آئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا فرمائی تھی:۔

"اللهم اجعله هاديا مهديا واهد به"

امام ترمذی نے اس حدیث کی تحسین کی ہے۔ یہ رسالہ جیساکہ نام سے ظاہر ہے اس حدیث کی تصحیح کے ثبوت میں ہے اور تحقیق کے ساتھ لکھا ہے۔

(مسلسل)

إلهام الرحمٰن فی تفسیر القرآن

من أمالی

الأستاذ عبید اللہ السندی رحمہ اللہ

الجزء الثانی

قیمت آٹھ روپے،

ملنے کا پتہ

شاہ ولی اللہ اکیڈمی، صدر، حیدرآباد